شریعت و مصلحت

سید ریاض الحسن صاحب ایڈوکیٹ سپریم کورٹ

[مولانا محمد تقی امینی کی کتاب "احکامِ شرعیہ میں حالات و زمانہ کی رعایت" پر محققانہ تنقید]

مولانا محمد تقی امینی نے اپنی اس کتاب کی عمارت تین بنیادوں پر استوار کی ہے۔

۱۔ شریعت ہر عہد اور ہر جگہ کے لیے ہمہ گیر نہیں ہے۔ شریعت نے کچھ باتوں کی تشریح کر دی ہے اور بہت سی باتیں ایسی بھی ہیں جن کے متعلق کوئی تصریح نہیں کی۔ ایسی باتوں کے معاملہ میں انسان حالات و زمانہ کی مصلحت کے لحاظ سے قدم اٹھانے کا مجاز ہے۔ مولانا نے اس بارے میں هُوَ الَّذِي خَلَقَ لَكُم مَّا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا الآیۃ اور مشہور فقہی قاعدہ الاصل فی الاشیاء اباحۃ سے استدلال کیا ہے۔ (ص ۱۱۴)

۲۔ جن امور کے بارے میں شریعت نے تصریح کر دی ہے ان کے بھی اصول بیان کیے ہیں نہ کہ فروع۔ تفصیلات ان اصولوں کی روشنی میں حالات و زمانہ کی مصلحت کو مدنظر رکھتے ہوئے مرتب کی جائیں گی۔

"اس صورتِ حال سے نہ تکمیلِ ہدایت پر کوئی حرف آتا ہے اور نہ قرآن حکیم کی جامعیت پر کسی قسم کی زد پڑتی ہے۔ بلکہ اگر غور سے دیکھا جائے تو جامعیت اور تکمیل کی یہی صورت ممکن ہے نہ وہ جس کی نمائندگی عام طور پر ہو رہی ہے اور نتیجۃً الٰہی شریعت ایک خاص دور اور زمانہ میں محدود ہو کر رہ گئی ہے۔ قرآن حکیم نے مالیات کی تنظیم و تقسیم کی کوئی خاص شکل و صورت متعین نہیں کی۔ صرف مقصد پر زور دیا ہے کہ اللہ کی مخلوق کو رزق حلال میسر ہو اور بدلتے ہوئے حالات کے مطابق عدل و انصاف کے ساتھ اس کی حاجتیں پوری ہوتی رہیں .... انفرادی و اجتماعی ملکیت کی بحث چونکہ طریق کار سے متعلق تھی جس میں حالات و زمانہ کی رعایت ناگزیر ہے اس بنا پر اس بحث کو کوئی اہمیت نہیں دی بلکہ امانت و نیابت کا تصور دے کر ہمیشہ کے لیے اس بحث کو ختم کر دیا ہے کہ ہر چیز کا حقیقی مالک اللہ ہے اور انسان کو ساری چیزیں بطور امانت استعمال کے لیے دی گئی ہیں" (ص ۳۶ - ۳۷)

آگے چل کر " خاص شکل کے تعین سے ہر دور کی ضرورتیں نہیں پوری ہو سکتی ہیں " کے عنوان کے تحت وہ لکھتے ہیں:

"جب قوم طبقاتی کش مکش میں مبتلا ہو، سرمایہ ایک طبقہ میں سمٹ کر رہ گیا ہو، اور دوسرا طبقہ وسائلِ معاش سے محروم ہو کر نانِ جویں کا محتاج ہو، تو ایسی حالت میں عدل و توازن پیدا کرنے کے قوانین اُس وقت سے یقیناً مختلف ہوں گے جب کہ قوم خوشحال ہو اور معاشرتی عدمِ توازن محرومی کی حد تک نہ پہنچا ہو۔ ایسی صورت میں قرآن حکیم اگر تنظیم و تقسیم کے کسی ایک طریقہ کی نشان دہی کر دیتا یا مروجہ انفرادی و اجتماعی ملکیت کی بحث کو اُصولی اور بنیادی قرار دیتا تو اُس کی عالمگیریت پر کس قدر زد پڑتی اور تکمیل ہدایت کی بات کس حد تک تشنہ رہ جاتی؟" (ص ۳۹)

مزید فرماتے ہیں:

"موجودہ دور میں مسلم ممالک جن حالات سے دوچار ہیں اور طبقاتی کشمکش کی جس منزل پر پہنچے ہوتے ہیں ان میں مذہبی پلیٹ فارم سے انفرادی ملکیت کی آڑ میں سرمایہ داری و جاگیرداری نظام کی تائید و تبلیغ کی جاتی رہی تو لازمی طور سے وہ اشتراکیت کے دامن میں پناہ لینے پر مجبور ہو جائیں گے، جیسا کہ بعض ممالک میں ردِ عمل کے طور پر یہ سب کچھ ہو رہا ہے۔"

" اگر وقت کی اِس ضرورت و نزاکت کو ملحوظ نہ رکھا گیا اور سرمایہ داری و جاگیرداری سے بدستور غذا اور تقویت حاصل کی جاتی رہی تو وہ دن دُور نہیں ہے کہ جو زبانیں آج انفرادی ملکیت کی آڑ میں سرمایہ داری و جاگیرداری کو "اسلامی" ثابت کر رہی ہیں کل وہی زبانیں اشتراکیت کو اسلامی ثابت کرنے میں پیش پیش ہوں گی"۔ (ص ۴۵)

۳۔ جن اُمور سے متعلق شریعت میں نصوص وارد ہیں اُن میں بھی حالات و زمانہ کی مصلحت کو مدِنظر رکھتے ہوئے ردّ و بدل کیا جا سکتا ہے۔

اس امر کو ثابت کرنے کے لیے امینی صاحب نے حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کے نظائر بیان کیے ہیں جن سے اُن کے کہنے کے مطابق ثابت ہوتا ہے کہ دونوں خلفاء نے حالات کی نزاکت کو پیش نظر رکھتے ہوئے نصوصِ شرعیہ کے خلاف عمل کیا۔ زیادہ تان اُنہوں نے حضرت عمرؓ پر توڑی ہے۔ اُن کے متعلق لکھتے ہیں:

"حضرت عمرؓ نے حکومت کی ترتیب و تنظیم کے سلسلے میں جتنے اقدامات کیے ہیں اُن سب کا احاطہ یہاں مقصود نہیں ہے۔ مؤرخین نے نہایت تفصیل سے ان کو بیان کر دیا ہے۔ ذیل میں چند وہ صورتیں ذکر کی جاتی ہیں جو انہوں

نے احکام شرعیہ میں حالات کی رعایت سے توسیعی پروگرام کے تحت اختیار کی تھیں اور بحیثیت مجموعی نصوص شرعیہ ان کے پیشِ نظر تھیں، اگرچہ ظاہرِ نظر میں کسی نص کی مخالفت معلوم ہوتی ہے یا صراحتہً ثبوت نہیں ملتا۔ مثلاً حضرت عمرؓ نے یک وقت تین طلاقوں کو تین قرار دیا جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو ایک قرار دیتے تھے۔ تالیف قلوب کے لیے زکوٰۃ دینے کا ثبوت قرآن حکیم میں موجود ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تالیف قلوب کے لیے کمزور ایمان والوں کو بکثرت زکوٰۃ دینا ثابت ہے، لیکن حضرت عمرؓ نے زکوٰۃ کے اس مصرف کو ختم کر دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجِ تمتع کو مباح کیا تھا لیکن حضرت عمرؓ نے اس کی مخالفت کر دی۔ اُمِ ولد کی بیع جو کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکرؓ کے زمانہ میں روا تھی حضرت عمرؓ نے اس سے مخالفت کر دی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گھوڑوں کے بارے میں فرمایا مسلمان پر اس کے غلام اور گھوڑے پر صدقہ نہیں ہے۔ لیکن اسلامی مملکت میں سبب تجارت اور افزائشِ نسل کے لیے گھوڑوں کی کثرت ہو گئی تو حضرت عمرؓ نے ان پر صدقہ مقرر کر دیا۔ نیز حضرت عمرؓ نے شرابی کی سزا اسی کوڑے مقرر کی جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں سزا کی تعیین نہ تھی اور حضرت ابوبکرؓ نے چالیس کوڑے مقرر کیے تھے۔" (ص ۱۹۲ تا ص ۲۵۹)

امینی صاحب کے ان منصوبوں کا مقصد واضح طور پر یہ ہے کہ شریعت معاشرے کے تابع ہے اور جوں جوں معاشرہ بدلتا جائے گا شریعت کو بھی اس کے ساتھ ساتھ بدلتے رہنا ہوگا۔ یہ شریعت کا فرض ہے کہ وہ معاشرے میں زمان و مکان کے اختلاف کی وجہ سے ان ہونے والی تبدیلیوں کو پیشِ نظر رکھے اور ان کے مطابق ڈھل جائے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ دنیا کے مختلف حصوں میں جو مختلف معاشرے ظہور پذیر ہیں ان میں شریعت کے احکام مختلف ہو جائیں گے اور اگر کوئی یہ پوچھے کہ فلاں معاملے میں شریعت کا کیا حکم ہے تو پہلے اس سے یہ معلوم کیا جائے گا کہ کونسی جگہ اور کون سے ملک میں اس کا جواب مطلوب ہے، تاکہ وہی حکم دیا جائے جو اس جگہ کے حالات کے مطابق ہو۔

نبی کریم علیہ الصلاۃ والسلام اور خلفائے راشدین نے جب دنیا کے سامنے اسلام پیش کیا اور اسے نافذ فرمایا تو اُن کو بھی مختلف قسم کے معاشرے درپیش تھے جن میں زمان و مکان دونوں لحاظ سے بہت بُعد پایا جاتا تھا۔ جگہ کے لحاظ سے تو ظاہر ہے کہ مختلف معاشروں کے مابین سینکڑوں اور ہزاروں میلوں کا فرق تھا اور وہ زندگی کے تمام شعبوں میں بالکل الگ تھلگ تھے۔ اور وقت کے لحاظ سے اس طرح مختلف تھے کہ مرورِ زمانہ سے یہی ہوتا ہے کہ معاشرہ ارتقاء کی منازل طے کرتا ہے۔ معاشروں میں جو اختلاف پایا جاتا ہے اُس کی وجہ یہی ہے کہ ایک معاشرہ دوسرے سے ارتقائی منازل میں پیچھے رہ جاتا ہے یا آگے نکل جاتا ہے۔ لہٰذا دو معاشروں کا مختلف ہونا ہی

اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ اُن میں بُعدِ زمانی پایا جاتا ہے۔ اسی طرح جو معاشرے قرونِ اُولیٰ میں موجود تھے وہ جگہ کے لحاظ سے بھی اور زمانہ کے لحاظ سے بھی مختلف تھے۔ اس کے باوجود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرامؓ نے مختلف المعاشرہ بستیوں اور علاقوں کے سامنے ایک ہی اسلام پیش کیا اور ہر جگہ ایک ہی شریعت کا نفاذ کیا۔

کیا موجودہ معاشرہ بہت مقدس ہے کہ اُس کو شریعت کے سانچہ میں ڈھالنے کے بجائے شریعت مُطہّرہ کو اُس کے مطابق تبدیل کر دیا جائے؟ امینی صاحب یہ چاہتے ہیں کہ اسلام کو ہر عہد و مقام پر پیش کرنے اور ہر زمانے اور ہر جگہ میں اُس کی طرف دعوت دینے کے بجائے تمام جاہلیتوں کے جواز کا فتویٰ دے دیا جائے، شریعت کو بازیچۂ اطفال بنا دیا جائے اور اس کی حیثیت ایک ایسی مُہر کی ہو جو ہر جاہلیت پر لگ سکے۔

یہ مسلک اللہ اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف ایک کُھلی بغاوت، فساد فی سبیل اللہ اور روئے زمین پر اُلوہیت کا دعویٰ کر کے شرکِ عظیم کی طرف دعوت ہے۔ اور یہ کوئی نئی اور انوکھی بات نہیں ہے۔ اسلام کی پچھلی چودہ سو سال کی تاریخ میں ایسی بے شمار مثالیں ملتی ہیں۔ ہارون الرشید کو ابن المقفعؔ نے اسی مسلک کی پیروی کا مشورہ دیا تھا، مگر اُس نے اسے قبول نہ کیا اور امام ابو یوسفؒ نے کتاب الخراج کی صورت میں جو مشورہ اُسے دیا اُس پر عمل پیرا ہونے کی کوشش کی۔ آئندہ صفحات میں امینی صاحب کے تینوں منصوبوں کا بالتفصیل اور مدلل رد کیا جائے گا اور اُنہی کے مطابق بحث کو تین حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔

پہلے حصہ میں نقلِ صحیح اور عقلِ صریح سے یہ ثابت کیا گیا ہے کہ شریعت ایک ہمہ گیر سرمایۂ حیات ہے جو پیدائش سے لے کر موت تک انسان کے ہر شعبۂ حیات پر محیط ہے۔ اسی ضمن میں پانچ آیات قرآنی کی تفسیر اور پانچ احادیث کی تشریح کر کے امینی صاحب کو مسکت جوابات دیے گئے ہیں، اور مشہور فقہی قاعدہ الاصل فی الاشیاء الاباحۃ کی اصلیت و حقیقت کو واضح کر کے اس کی بنیاد پر اُٹھائی ہوئی عمارت کو منہدم کر دیا گیا ہے۔

دوسرے حصہ میں شریعت کے اصول و فروع کے باہمی ربط کی وضاحت کی گئی ہے اور فروع کی اہمیت کے عمرانی وجوہ بیان کیے گئے ہیں۔ اس طرح یہ بات روزِ روشن کی طرح واضح کر دی گئی ہے کہ شریعت اصول و فروع دونوں کے مجموعے کا نام ہے اور نبیؐ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کتاب و سنت کی صورت میں تمام اصول اور تمام فروع اُمت کے سپرد کر دیے ہیں۔ اسی حصے میں اس بات پر بھی تحقیق کی گئی ہے کہ حالات و زمانہ کی تبدیلی کی کیا حقیقت ہے اور شریعت حقّہ کے سرمدی اصول اور تفصیلی فروع کس طرح حالات و زمانہ کے تمام پہلوؤں کو اپنی آغوش میں

سمیٹ لیتے ہیں۔ اس حصہ میں اصولِ فقہ کے مشہور قواعد استحسان اور مصالح مُرسلہ کی صحیح تعبیر بھی دی گئی ہے، کیونکہ امینی صاحب نے ان قواعد کو غلط رنگ دینے کی کوشش کی ہے۔

تیسرے حصہ میں شیخین خصوصاً حضرت عمر فاروقؓ کے تعامل پر نظائر کی روشنی میں بحث کی گئی ہے۔ امینی صاحب نے حضرت عمرؓ کو ایک آمر کی صورت میں پیش کیا ہے۔ اُن کی بحث پڑھ کر آدمی کو یہ محسوس ہوتا ہے کہ حضرت عمرؓ ایک مطلق العنان اور جبّار فرمانروا تھے۔ وہ کتاب و سنت کو بھی جب چاہتے اپنی مرضی کے مطابق بدل دیتے تھے اور اُس وقت کے تمام مسلمان بشمول صحابہ کرامؓ اُن کے اِن تصرفات پر دم مارنے کی ہمت نہ رکھتے تھے۔ یہ حضرت عمرؓ کی سیرت اور اسلامی تاریخ کے ایک درخشندہ باب کو مسخ کرنے والی بات ہے حالانکہ حضرت عمرؓ کتاب و سنت کے اتباع میں دوسروں سے زیادہ سخت تھے۔ اُن کا ہر فعل شورائی روایات کا آئینہ دار تھا۔ وہ خود بھی حق بات سننے کے لیے ہمیشہ ہمہ تن گوش رہتے تھے اور اس کے مطابق فوراً ڈھل جاتے تھے۔ نیز ان کے عہد کا معاشرہ ایسے جری اہلِ ایمان پر مشتمل تھا جن میں سے ایک بوڑھی عورت بھی خلیفۂ وقت کے سامنے حق گوئی و بیباکی کا ستون بن جاتی تھی۔

(بقیہ فلاح و خسران کا دینی تصوّر)

تم نیکی اور بدی میں تمیز کرتے ہو وہ انہی اللہ والوں کی تعلیم ہی کا تو دوسرا نام ہے۔!

اور دوسری طرف آثار و شواہد اس بات پر بھی گواہ ہیں کہ خدا کے منکروں نے اپنی زندگیوں میں کتنے ہی شیش محل کیوں نہ تعمیر کر لیے ہوں اور طاقت کے نشہ میں چور ہو کر اپنی ہی خدائی کے دعوے کیوں نہ کر بیٹھے ہوں لیکن آخر کار انجام ان کا بُرا ہی ہوا۔ آج وہی سب کے لیے باعثِ عبرت ہیں۔ اَذِلّہ کی مثال دینی ہو تو دنیا انہی کا نام پیش کرتی ہے!

فَاعْتَبِرُوْا یٰٓاُولِی الْاَبْصَارِ